احکامِ اجارہ

(کرایہ داری و اجرت کے احکام)

احسان اللہ شائق

اجارہ کی تعریف:

هی عقد علی منافع بین اثنین او جماعة، مقابل عوض مالی، کا ستجار دار للسکنی. ودابة او سیارة للرکوب، او عامل للخدمة.

یعنی اجارہ دو آدمیوں کے درمیان منافع کو مال کے عوض فروخت کرنے کا عقد ہے، جیسے مکان کو رہائش کے لیے، جانور کو مال برداری کے لئے اور گاڑی کو سواری کے لیے کرایہ پر لینا یا نوکر کو خدمت کے لیے رکھنا۔

وقال العلامة المرغینانی رحمه الله: الاجارة عقد علی المنافع بعوض.

و دلیل جوازه: قوله تعالیٰ: ﴿ان أرید أن انکحک احد ابنتی هتین علی ان تاجرنی ثمنی حجج﴾ (قصص: ۲۴)

وقوله تعالیٰ: ﴿فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن﴾ (طلاق: ۶)

و قوله علیه السلام: اعطو الاجیر اجرته قبل ان یجف عرقه. (اخرجه ابن ماجه)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔

و فی صحیح البخاری ان رسول الله ﷺ استاجر رجلاً یدله علی الطریق، و هو ابن الاریقط. (اخرجه البخاری و مسلم)

و فی الحدیث القدسی الذی رواه البخاری: ثلاثة انا خصمهم یوم القیامة و من کنت خصمه خصمت: رجل اعطی بی ثم غدر و رجل باع حرا فاکل ثمنه و رجل استاجر اجیراً فاستوفی منه ولم یعطه اجره. (اخرجه البخاری رقم: ۲۲۲۷ فی البیوع)

حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تین آدمیوں کی طرف سے مخاصمت کرتا ہوں اور میں جس کا طرف دار بنتا ہوں اس کو غالب کرتا ہوں۔

☆ بیع مقایضہ یہ ہے کہ: سامان کے بدلے سامان کی بیع ہو☆

۱۔جس نے میرے نام پر عہد کیا پھر بھی غداری کی۔

۲۔جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے قیمت استعمال کی۔

۳۔جس نے کسی کو مزدور رکھا، اس سے پورا کام لیا لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔(بخاری)

اجارہ صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا لحاظ کرنا ضروری ہے

۱۔ اہلیۃ العاقدین: یہ عاقدین عاقل، بالغ، سمجھدار ہوں۔

۲۔ طرفین کی رضامندی سے عقد کیا جائے۔

۳۔ منفعت کا متعین ہونا، یعنی کس قسم کے کام کے لئے کون سی چیز کرایہ پر لی گئی ہے، تاکہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو، مثلاً: اگر مکان کرایہ پر لیا تو پہلے مکان کو دیکھ لیا جائے یا درزی کو کپڑے دیئے تو یہ طے کرلے کہ کتنی مدت میں سی کر دے گا وغیرہ۔

۴۔اسی طرح معقود علیہ قابل انتفاع ہو، لہٰذا مغصوبہ زمین کرایہ پر دینا، اسی طرح بدکنے والا اونٹ کرایہ پر دینا یا جو مکان غاصب یا ظالم کے قبضہ میں ہو اس کو کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ کرایہ دار کے لئے اس سے انتفاع ناممکن ہے۔

۵۔ اجرت کی مقدار متعین ہو۔

لقوله عليه السلام :من استاجر أجير افليعلمه اجره. (مصنف عبدلرزاق)

۶۔ وہ کام اجیر کے ذمہ فرض نہ ہو لہٰذا نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے لئے کسی کو اجرت پر لینا جائز نہ ہوگا اور اس پر اجرت وصول کرنا حرام ہوگا۔

اجرت کی اقسام:

اجیر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اجیر خاص ۲۔ اجیر مشترک

اجیر خاص:

جو مزدور، ملازم کل وقت یا بعض وقت کسی ایک ہی مالک کے لئے کام کرتا ہے، مہینہ بھر یا سال بھر یا طویل مدت کے لئے چاہے یومیہ تنخواہ وصول کرے یا ماہانہ اس کو اجیر خاص کہتے ہیں۔

☆بیع مزابنہ: کٹے ہوئے پھل کو درخت پر لگے ہوئے پھل کے بدلے اندازاً فروخت کرنا☆

اجیر مشترک:

وہ مزدور جو مخصوص مالک کا کام نہیں کرتا بلکہ متعدد مالکوں کا کام کرتا ہے، اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں، جیسے رنگریز، درزی، دھوبی، حجام، خاکروب وغیرہ۔

اجیر خاص کے احکام:

۱۔ اجیر خاص جب خود کام کے لئے حاضر ہو (یعنی ڈیوٹی پر موجود ہو) چاہے مالک پورے وقت کام لے یا کچھ وقت وہ پوری اجرت کا مستحق ہے، ہاں اگر مـ ـۃ وضہ کام انجام نہیں دیا تو اجرت کا مستحق نہیں ہوگا (شرح مجلّہ)

۲۔ اپنے مالک سے کام کا جو وقت طے ہوا (یعنی جتنے گھنٹہ کام کا معاہدہ ہوا) اس وقت میں کسی دوسرے کا کام کرنا جائز نہیں (ہدایہ) اگر چہ اجرت بہت زیادہ ملتی ہو۔ (عالمگیری)

۳۔ اجیر خاص کے ہاتھ سے کوئی چیز بغیر تعدی کے ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگا اور اگر خود تلف کر دے تو ضمان لازم ہوگا۔

اجیر مشترک کے احکام:

۱۔ اجیر مشترک کا کوئی وقت کسی کام لینے والے کے مختص نہیں کہ اس وقت میں کسی دوسرے کا کام ناجائز ہو یا آرام کرنا جائز نہ ہو، کیونکہ یہاں اجرت کام سے متعلق ہے، اگر کام پورا کرے گا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں، وقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں البتہ کام پورا کرنے کے لئے کوئی وقت مقرر کیا ہو تو وعدہ کے طور پر اس کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اجیر مشترک کام پورا کیے بغیر اجرت کا مستحق نہیں۔

۳۔صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نقصان کی صورت میں اجیر مشترک کو ضامن بنایا جائے گا۔

قال في الموسوعة الفقهية: والأجير الخاص هو ان يعمل الرحل لغيره عملا مدة معلومة، كشهر، أوسنة، كأن يرعى غنمه، أويقود سيارته، ولا يجوزلهذا الأجير أن يعمل لغيره في هذا المدة.

ويستحق الأجرة اذا حضر عمله في مدة الاجرة وان لم يعمل بعد، مالم يطلب منه ذلك. ويستحق الموظف الأجرة، في أيام العطلة والاجازة، جريا على

☆بیع سوم علی سوم وغیرہ: دوسرے شخص کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا۔ (یہ ناجائز ہے) ☆☆

العادة(الموسوعة الفقهية للشيخ خليل كوناج: ۱/۸) وهو أمين لا يضمن، بهلاك الشيء في يده، من غير تقصير منه، فإذا غرقت السفينة من ريح أو موج، وهلك ما فيها، لا يكون ضامنا، أما إذا هلك بمده و جذفه فيضمن، وكذلك أمر السيارة والشاحنة أيضا، فإنه لا يضمن السائق إذا تعطلت السيارة من نفسها، من غير تقصير منه، وسببت تلف المال، أما إذا كان تقصير في ذلك، فيكون ضامنا، (فتاوى قاضيخان: ۲/۳۳۵)

والأجير المشترك :هو الذي يعمل لأكثر من واحد كالخياط،النجار، والحداد، والصباغ، وأمثالهم، سمي مشتركا، لأن الناس يشتركون في نفعه ... وليس لمن استاء جره أن يمنعه من العمل لغيره، لأنه لم يستأجره لنفسه، ولا يستحق الأجرة إلا بالعمل، خلافا للأجير الخاص.

اجیر مشترک پر ضمان کا حکم:

ذهب المالكية وبعض فقهاء الشافعية، إلى أن يد الأجير المشترك(يدضمان) بمعنى أنه إذا تلف الشيء في يده، فإنه يضمنه، ولا بغير تعدأو تقصيرفيه، حفاظا على أموال الناس، ورعاية لمصالحهم، حتى يهتم بما عهداليه، ويستشعر بالمسئولية، فلا يقصر ولا يفرط في عمله.

واستدلوا بما روى أن عليا رضي الله عنه، كان يضمن الصانع، والصباغ، وكان يقول:"لا يصلح أمر الناس إلا ذاك."(رواه البيهقي عن علي رضي الله عنه)

وروى أن شريحاالقاضي، كان يضمن القصار . أي الصباغ، فضمن قصارا احترق بيته فقال:أتضمنني وقد احترق بيتي؟

فقال له شريح :ـ أرأيت لو احترق بيته، أكنت تترك له أجرك!؟

وذهب أبو حنيفة وأحمد: إلى أن يد الأجير المشترك يد أمانة. فلا يضمن إلا بالتعدي، أو بالإهمال والتقصير.

☆ بیع مساومہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆

وهو الصحيح من اقوال الشافعي رضى الله عنه، والراجح من مذهب احمد.

قال ابن حزم: لا ضمان على اجير مشترك او غير مشترك، ولا على صانع اصلا، الاماثبت انه تعدى فيه او اضاعه.

وقال في الاختيار: والاجراء نوعان: مشترك كالصباغ والقصار، ولا يستحق الاجرة حتى يعمل، والمال امانة في يده، لانه قبضه باذن المالك فلا يضمنه، الا أن يتلف بعمله، كتحريق الثوب من دقه، وانقطاع الحبل من شده، ونحو ذلك، الا أنه لا يضمن الأدمي لا يضمن بالعقد، وانما يضمن بالجناية!

ولو غرقت من موج او ريح، او اصطدام بحبل، فلا ضمان عليهم، لأنه لا فعل لهم بذلك، واجير خاص، كالمستأجر شهراً للخدمة، ورعى الغنم ونحوه، ويستحق الأجرة بتسليم نفسه، وان لم يعمل، ولا يضمن ما تلف في يده ولا يعمله اذا لم يتعمد الفساد. (الاختيار لتعليل المختار للموصلي: ۵۳/۲)

وما ذهب اليه مالك من تضمين (الأجير المشترك) هو الأصح والأرجح، وهو مذهب الصاحبين ابى يوسف ومحمد فقد قالا: انه يضمن سواء هلك بفعله، او بغير فعله، الا ما لا يمكن الاحتراز عنه، كالموت، والحرق، والغرق الغالب، والعدو المكابر، لانه مأمور بحفظه، فاذا تركه ضمن، كما اذا هلك بفعله، وهو مروى عن عمر، وعلى رضى الله عنهما. (المرجع السابق: ۵۴/۲)

وانما قلنا: ان هذا المذهب اصح و ارجع، لأنه اذا عرف الأجير المشترك، أنه ضامن لما أتلف، يهتم بعمله ولا يقصر فيه، ويبذل قصارى جهده لاتقان عمله، حتى لا يغرم قيمة ما أتلفه، فتضمن حقوق الناس، وتؤمن مصالحهم، أما اذا كان الشئ خارجا عن طاقته وقدرته، كالحرق، والغرق، فلا يكلف الله نفسا الا وسعها، والله اعلم. (فقه المعاملات للصابونی)

دورانِ ملازمت حقوق اللہ ساقط نہیں ہوں گے:

ملازم کے ذمہ جو حقوق اللہ ہیں وہ کسی عقد سے نہ ساقط ہو سکتے نہ متأخر، جیسے: نماز اور فرض

☆ بیع فاسد: جو بیع اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن وصف کے اعتبار سے جائز نہ ہو ☆

ادائیگی کے لئے سفر، مسلمانوں کے علاقہ پر کفار کی طرف سے حملہ کی صورت میں مسلمان مجاہدین کی مدد یا کسی جلنے اور ڈوبنے والے کو بچانا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، بشرطیکہ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اس کے سوا اور کوئی نہ ہو، البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان حقوق کی ادائیگی سے مستاجر کو کوئی ایسا ضرر نہ پہنچے جو ان حقوق کے برابر یا ان سے زیادہ ہو مثلاً: جیسے زید سخت بیمار ہے صاحبِ فراش ہے کوئی اس کا مددگار یا خادم نہیں اب بکر جو اس کا ملازم ہے اس کو ایسی حالت میں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا یا اس کی عورتیں چھوٹے بچے یا اس کی ماں ان سب کی دیکھ بھال ملازم کے ذمہ ہے وہ ملازم اب کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جو ان کے یا مال کے ضائع ہونے کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ مستغنی ہے بندہ محتاج ہے اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف فرمانے والے ہیں بندے حقوق وصول کرنے والے ہیں، اب دونوں حقوق میں تقابل ہو جائے تو حقوق العباد کی ادائیگی مقدم ہوگی، البتہ ملازم کوشش کرے کہ فرائض کو اس طرح ادا کرے کہ بندہ (آقا کی) حق تلفی نہ ہو تو یہی مناسب اولیٰ ہے۔ (عطر ہدایہ)

ملازم کے لئے جماعت چھوڑنا جائز نہیں:

ملازم کے لئے پانچوں وقت کی نمازیں، مع سنتوں کے، اسی طرح جمعہ عیدین اور ان کے مقدمات، جیسے غسل، استنجاء، وضو اور مسجد میں حاضری وغیرہ، سارے کام دورانِ ملازمت جائز ہیں، مالک کے لئے جائز نہیں کہ ملازم کو ان عبادات کی ادائیگی سے منع کرے۔

اگر ملازمت کے وقت ان سے روکنے کی شرط لگائے یا شرط لگائے بغیر روکے تو ملازم کے لئے حکم ماننا جائز نہیں، کیونکہ آقا کا ہر وہ حکم جو حکم الٰہی کے مقابل ہو اس کا ماننا شرعاً جائز نہیں۔

مسئلہ: البتہ دورانِ ملازمت آقا کی اجازت کے بغیر نوافل پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر مسجد دور ہو تب بھی جماعت جمعہ چھوڑنا جائز نہیں۔

اسی طرح آقا کے لئے روکنا جائز نہیں، البتہ اتنے وقت کی تنخواہ کاٹی جا سکتی ہے۔ (عطر ہدایہ)

سرکاری ملازم کا کمیشن لینا رشوت ہے:

سرکاری ملازم کو حکومت ان کے فرائض منصبی کی ادائیگی پر باقاعدہ تنخواہ دیتی ہے اور جب حکومت کی

طرف سے ان کی تنخواہ مقرر ہے، تو ان کے ذمہ عوام کا جو کام ہے اس کے کرنے پر عوام سے کمیشن لینا ہرگز جائز نہیں۔ یہ رشوت اور خیانت ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے، بعض صاحبِ منصب یہ کہتے ہیں کہ ہم ذاتی محنت اور کوشش سے ان کا کام کرا کے دیتے ہیں، ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ یہ کام ان کے فرائض منصبی میں داخل ہیں، مثلاً: کسی شہری کو پاسپورٹ کی ضرورت ہے وہ افسر کے پاس جاتا ہے افسر کہتا ہے کہ بنا کر دوں گا مگر اتنی رقم لوں گا یہ رشوت ہے اس کا لینا حرام ہے کچھ بھی تاویل کرے جواز کی کوئی صورت نہیں۔

حرام لباس تیار کرنے کی اجرت:

سونے، چاندی کے ایسے زیور جو صرف مرد استعمال کرتے ہیں اسی طرح وہ ریشمی لباس جو صرف مرد استعمال کرتے ہیں ایسے زیورات یا لباس تیار کر کے دینا اور ان کی اجرت حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں، البتہ جس لباس کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز اور عورتوں کے لئے جائز ہو لیکن دونوں جگہ استعمال کرتے ہوں تو اس کو تیار کرنا اور فروخت کرنا دونوں کام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہیں، کیونکہ مرد اگر اس کو استعمال کرے گا تو چونکہ وہ خود مختار ہے، لہٰذا گناہ اسی کی طرف منسوب ہوگا، جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک دونوں کام ناجائز ہیں۔ (ماخوذ از عطر ہدایہ)

ڈاڑھی مونڈھنے کی اجرت حرام ہے:

واضح ہو کہ اپنی ڈاڑھی مونڈھنا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے ایسے ہی دوسرے کی ڈاڑھی مونڈھنا مقدارِ مذکورہ سے کم کرنا بھی حرام ہے، ڈاڑھی مونڈھنے کی اجرت وصول کرنا بھی حرام ہے، لہٰذا باربری کا پیشہ اختیار کرنے والے اپنی روزی حرام نہ کریں۔

ومن آفات اليد حلق رأس المرأة ولحية الرجل وقص اقل من قُبضة ولو باِذن منه لا نه اعانة على معصية فيكون معصية ايضا. (شرح طريقهٔ محمديه)

دونوں ہاتھوں کے آفات (گناہوں) میں سے عورت کے سر کے بال یا مرد کی ڈاڑھی کا مونڈھنا اور مٹھی سے کم تراشنا بھی ہے چاہے یہ مونڈھنا اور کترنا اس مرد یا عورت کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو

☆ بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں ☆

کیونکہ گناہ کے کام میں مدد کرنا ہے۔ گناہ کے کام میں مدد اور بھی گناہ ہے۔
نیز ''کشاف القناع'' میں ہے کہ ڈاڑھی منڈھوانے کے لئے کسی کو اجرت دینا یا اجرت کا لینا دونوں حرام ہیں۔ (کشاف :۹/۴، ماخوذ ڈاڑھی کی اسلامی حیثیت)

باغی حاکم کی فوجی نوکری کا حکم:

ایسے باغی حاکم کی فوجی نوکری کرنا ہمیشہ حرام ہے جو امام عادل سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے یا کفار کی مدد سے مسلمانوں کو دھمکی دیتا ہے کیونکہ امن کی حالت میں تو اس کی فوج اللہ والوں کو ڈراتی ہے اور ان کو ان کے مبارک خیالات وعقائد سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے اور حالتِ جنگ میں تو علی الاعلان کلمۂ کفر اور علم بغاوت بلند کرتی ہے اور یہ لوگ اسلام اور اہل اللہ کی کھلم کھلا دشمنی پر اتر آتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) مگر ایسی نوکریں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خدمات کی تاویل سے قابل اجرت ہیں اگر چہ گناہ سے خالی نہیں، صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایسی نوکری گناہ بھی ہے اجرت بھی حلال نہیں، خاص اسی کام کی اجرت بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والو! ایسی نوکری سے دور رہو۔ (عطر ہدایہ)

ٹیکسی ڈرائیور کا میٹر سے زائد کرایہ لینا:

بعض ٹیکسی ڈرائیور میٹر سے زیادہ کرایہ وصول کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ شرعاً اس کا حکم ہے کہ ڈرائیور پر حکومت کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کی پابندی کرنا لازم ہے، اس کے خلاف کرنا گناہ ہے، مگر اس کے باوجود اگر میٹر سے زیادہ کرایہ پہلے سے طے کرلیا جائے تو یہ اجرت حلال ہے۔
البتہ میٹر کو تیز کر کے دھوکے سے زیادہ اجرت جائز نہیں، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو میٹر تیز کرنے کی وجہ سے جتنی اجرت زیادہ حاصل ہوئی ہے وہ حرام ہے، وہ رقم مالک کو واپس کر دینا فرض ہے اگر بعد میں خیال آیا کہ یہ زائد رقم حرام ہے اور اب مالک تک پہنچانا ممکن نہیں رہا تو مساکین پر صدقہ کرنا فرض ہے۔

☆ بیع تعاطی: بیع (ایجاب قبول کیے بغیر قیمت دے کر مبیعہ لے لینا) ☆

گناہ کا کام کروانے کے لئے اجرت پر لینے کا حکم:

اس کے تین درجے ہیں:

۱۔ معقود علیہ عین معصیت ہو، جیسے ناچ، گانا بجانا، زنا، چوری، جعل سازی، چغل خوری، تعزیہ بنانا، بت سازی، تصویر سازی، شراب کشی، شرک، کفر اور حرام کاموں کی ترویج اور بدعات و فسق و فجور، یہ اجارہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی اجرت لازم نہیں اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔ ان گناہ کے کاموں کی انجام دہی سے جو اجرت یا نفع حاصل ہوا وہ ملک خبیث ہے اگر مالک معلوم ہو تو اسی کو واپس کرنا یا بلا نیت ثواب صدقہ کر دینا واجب ہے۔

۲۔ معقود علیہ کوئی اور مباح چیز ہو مگر اس ضمن میں گناہ اور فعل حرام کا ارتکاب پایا جائے، جیسے ایک شخص نے مطلق ملازمت اختیار کی لیکن آقا شراب فروخت کروائے یا ناقوس بجوائے، بت خانہ بنوائے، تعزیہ اٹھوائے یا مکان کرائے پر دیا پھر اس میں زنا کاری ہو جوا بازی ہو یا رقص وغیرہ کی محفل منعقد ہو یا فوجی سپاہی کو دشمن سے لڑنے کے لئے بھیجا جائے اور اس میں خونِ ناحق بھی بہانا پڑے یا سپاہی سے ظلم کے قوانین نافذ کرانا ان سب صورتوں میں فعل حرام ہے ان امور کی انجام دہی سے گناہ لازم ہوگا لیکن آقا کے ذمہ تنخواہ واجب ہوگی۔

۳۔ وہ اجارہ ایسے افعالِ ممنوعہ کی طرف منسوب ہو جیسے عقد ملازمت کے وقت ہی طے پایا کہ شراب فروخت کرنا ہوگی، یا تعزیہ اٹھوائیں گے، بت خانہ کی خدمت کرنا ہوگی یا عورت کو نوکر رکھا کہ خلوت میں پنکھے سے ہوا دے گی، پاؤں دبائے گی۔ اس میں امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک عقد کا اعتبار کرتے ہوئے اجرت ثابت ہوگی۔

صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک فعل کا اعتبار کرتے ہوئے یہ عقد حرام ہے اور اجرت بھی ساقط، مگر ایسے کاموں کو ترک کرنا بالاتفاق واجب ہے، خلاصہ یہ کہ امام صاحب رحمہ اللہ نفس عقد پر نظر فرماتے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں اور اجرت کو عقد ہی سے متعلق فرماتے ہیں اور صاحبین غرض اور انجام پر نظر فرماتے ہیں اگر وہ باطل ہو تو عقد کو باطل قرار دیتے ہیں۔ (عطر ہدایہ)

قال العلامة الصابونی :أن لا یکون العمل المستأجر له معصیة ، فلا یجوز الا ستئجار علی النوح علی المیت ، ولا علی الملاهی، والرقص ، والغناء الماجن ، وسائر

☆ بیع بضر بتہ القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔ (ھدایہ)

المنكرات ، وما أخذ من الأجرة على ذلك فحرام ،يجب رده إلى صاحبه إن علم. والا فيجب إنفاقه للتخلص من إثمه ، لأ نه كسب خبيث ، و "كل لحم نبت من السحت . أى الحرام. فالنار أولى به" كما ورد في الصحيح . كما لا يجوز للإنسان أن يؤ جر نفسه لفندق تقام فيه الدعارة الزنى. ولا في مطعم يقدم فيه الخمر ، ولا لبنك. مصرف . يتعامل بالربا، لأن من أعان على معصية كان شريكاً في الاثم ، كما وضحته الأحاديث النبوية الشريفة. وقد نص الفقهاء على أن من استأجر رجلا ليقتل آخر ظلما ، أو رجلا ليحمل له الخمر ،أو أجرداره أو دكانه لمن يبيع بها الخمر ،ويلعب فيها القمار ،أو أجرا أرضه لمن يجعلها كنيسة، فإن هذه الاجارة فاسدة، لا نه اشتملت على معصية الله ، وكل من المؤجر و المستأ جر آثم.(فقه المعاملات)

شریک کو ملازم رکھنے کا حکم:

سوال: بیس آدمی مثلاً: اپنے مختلف المقدار سرمایہ سے ایک کمپنی بناتے ہیں اور کمپنی کے قواعد وضوابط اور اختیارات بقدرِ سرمایہ نفع تقسیم کرنے اور کمپنی کو چلانے کے لئے ڈائریکٹر مقرر کرتے ہیں اور اُسے یہ اختیار دیتے ہیں کہ آپ کمپنی کو چلانے کے لئے ماہر عملہ کو تنخواہ پر مقرر کر سکتے ہیں خواہ شرکاء میں سے ہوں یا دوسرے باہر کے افراد ہوں۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا اس کمپنی کے شرکاء میں سے اگر کمپنی کے کام میں شریک ہو،تو اس کو نفع کے علاوہ اپنے عمل اور کام کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

بعض علماء نے اس معاملہ کے نا جائز ہونے کے لئے ۃ ۃ ۃ فی ۃ ۃ ۃ کو علت قرار دیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: اس بارے میں فقہ حنفی میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے کوئی روایت منقول نہیں، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق شریک کو ملازم رکھنا جائز نہیں۔

اگر ملازم رکھا اور اس نے عمل کیا تو وہ اجرت کا حق دار نہیں ہوگا کیونکہ یوں سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے اپنی ذات کے لئے کام کیا، لہٰذا اجرت کا مستحق نہیں۔

☆ثمن: وہ مقدار جس پر عاقدین رضامند ہو جائیں خواہ وہ قیمت سے زائد ہو یا کم ☆

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ اجارۃ المشاع کی طرح شریک کو اجیر رکھنے کے جواز پر متفق ہیں، نیز کمپنی کے شرکاء کو اجیر رکھنے کا تعامل بھی عام ہو گیا ہے، اس لئے اس زمانہ میں شریک کو ملازم رکھنا جائز ہے، جیسا کہ اس کی تائید مضاربت سے بھی ہوتی ہے، کہ مضارب عمل مشترک سے نفع حاصل کرتا ہے۔

وقال الامام المرغيناني رحمه الله تعالىٰ:قال واذا كان الطعام بين رجلين فاستأجر احدهما صاحبه او حمار صاحبه على ان تحمل نصيبه فحمل الطعام كله فلا اجر له، وقال الشافعي له المسمى ، لان المنفعة عين عنده وبيع العين شائعا جائز ، فصار كما اذا استأجر دارالمشتركة بينه و بين غيره ليضع فيها الطعام او عبدامشتركاليخيط له الثياب ، ولنا انه استأجره لعمل لا وجودله لان الحمل فعل حسى لا يتصور فى الشائع.(الهداية مع البنانية: ۹/۳۷۰)

وقال الحافظ العينى رحمه الله تعالىٰ: (قال) اى فى الجامع الصغير(واذا كان الطعام بين رجلين فاستأجر احدهما صاحبه او حمار صاحبه على ان يحمل نصيبه فحمل الطعام كله فلا (اجرله) يعنى لا المسمى ولا اجر المثل وعلى قياس قول ابى حنيفةرحمه الله تعالىٰ ينبغى ان تجب اجر المثل كما فى اجارة المشاع لكن الفرق ان فساد العقد هناک للعجز عن استيفاء المعقود عليه على الوجه الذى اوجبه العقد لا لا نعدام الاستيفاء اصلا و هنا البطلان لتعزر الاستيفاء اصلا و بدون الاستيفاء لا يجب الاجر فى العقد الفاسد.

وقال الكرخى فى مختصره قال ابن سماعة عن محمد رحمه الله تعالىٰ(الى قوله) ثم قال الكرخى قال محمد رحمه الله تعالى و كل شئ استأجر من صاحبه مما يكون حملا فانه لا يجوزوان عمله فلا اجرله و كل شئ ليس يكون عملا استأجر احدهما من صاحبه فهو جائز.

(انه استأجره لعمل لا وجودله) قيل هذا ممنوع بل لعمله وجود (الى قوله)نظر لان معنى قوله لا وجودله يتميز وجوده.

(لان الحمل فيل حسى لا يتصور فى الشائع)اذا الحمل يقع على معين و الشائع ليس بمعين (الى قوله) فان قلنا اذا حمل الكل فقد حمل البعض لا محالة فيجب الاجر

☆خیارعیب: خرید کردہ چیز کو کسی عیب نکلنے کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار رکھنا☆

قلت حمل الكل حمل المعين ونصيبه ليس بمعين فيما وجد نصيبه.(البناية ۹/ ۳۷۰،۳۷۱)

وقال العلامة معين الدين الهروى المعروف بملا مسكين:(وان استأجر لحمل طعام بينهافلا اجرله)اى اذا كان الطعام مشتركا بين رجلين فان استاجر احد هما صاحبه او حمار صاحبه ليحمل نصيبه منه الى مكان كذا فحمل الطعام كله فلا اجرله لا المسمى ولا اجر المثل وقال الشافعي رحمه الله تعالىٰ له المسمى.

(شرح الكنزلملا مسكين مع الحاشية فتح المعين :۳/ ۲۵۰)

وقال العلامة المفتى ابو السعود رحمه الله تعالىٰ :قوله وقال الشافعي رحمه الله تعالىٰ له المسمى)وبه قال مالك و احمد رحمهما الله تعالىٰ عينى.(فتح المعين:۳/ ۲۵۰)

وقال الحافظ العينى رحمه الله تعالىٰ :(وقال الشافعي رحمه الله تعالىٰ له المسمى لان المنفعة عين عنده وبيع العين شائعا جائز) وبه قال احمد رحمه الله تعالىٰ (فصار كما اذا استأجر دار ا مشتركة بينه وبين غيره ليضع فيها الطعام اوعبدامشتركا ليخيط له الثياب).حيث يجب الاجر.(البناية :۹/ ۳۷۰)

وقال الامام الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: ولو استأجر ليحمل له نصف هذا العطام بنصفه الآخر لا اجرله اصلا لصير ورته شريكا.

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قال فى التبيين ومشايخ بلخ والنسفى يجيزون حمل الطعام ببعض المحمول ونسج الثوب ببعض المنسوج لتعامل اهل بلادهم بذلك ومن لم يجوزه قاسه على قفيزا الطحان والقياس يترك بالتعارف ولئن قلنا انه ليس بطريق القياس بل النص يتناوله دلالة فالنص يخص بالتعارف الا ترى ان الاستصنا ع ترك القياس فيه وخص من القواعد الشرعيه بالتعامل ومشايخنا رحمهم الله لم يجوزو اهذا التخصيص لا ن ذلك تعامل اهل بلدة واحدة وبه لا يخص الاثر بخلاف الاستصنا ع فان التعامل به جرى فى كل البلاد و بمثله يترك القياس ويخص الاثر ا ه.

(رد المختار: ۵/ ۴۰،۴۱) (والتفصيل فى احسن الفتاوىٰ:۷/ ۳۲۱)

☆ خیارِ رؤیت: بغیر دیکھے کوئی چیز خرید کر دیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

اجرت علی الطاعات کا حکم:

امامت ،اذان، تدریس وغیرہ امور دینیہ کی انجام دہی پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں اس کے بارے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شریعت کا اصل حکم تو یہی ہے کہ یہ سب کام عبادات ہیں اور عبادات کو خالص اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب لینے کے لئے انجام دینا چاہیے، قرآن وحدیث نے بھی اس کی ترغیب دی ہے، بلکہ بعض روایات میں ایسے امور پر اجرت لینے پر وعید بھی آئی ہے، اس لئے فقہاء متقدمین کی رائے یہی تھی کہ ان طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں ،لیکن فقہاء متاخرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل تو یہی ہے کہ ان طاعات کو اللہ تعالیٰ کے لئے انجام دیا جائے اس پر اجرت نہ لی جائے ،لیکن دوسری طرف لوگوں کی سستی وغفلت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ان شعائر دینیہ کو بلا اجرت انجام دینے والے بہت کم لوگ رہ گئے اب اگر ایسی خدمات کے انجام دینے والوں کو اجرت نہ دی جائے تو دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے ابقاء دین کی مصلحت کے پیش نظر ان خدماتِ دینیہ ،امامت، تدریس، قضاء، افتاء وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے البتہ جن عبادات پر ابقاءِ دین موقوف نہیں ہے۔ مثلاً قرآن خوانی ، فاتحہ خوانی، تہلیل خوانی وغیرہ ان پر اجرت حاصل کرنا اب بھی حرام ہے۔ علماء فرماتے ہیں:

کہ اصل مذہب یہ ہے کہ کسی طاعت مقصودہ پر اجرت لینا جائز نہیں، مگر طاعات میں دوام اور پابندی کی ضرورت ہے اور وہ شعائر دین میں سے ہیں کہ ان کے بند ہونے سے دین میں خلل لازم آئے گا اور ایسے کسی کو فرصت نہیں کہ ان امور کو مفت انجام دے، لہٰذا ایسے امور اس کلیہ (عدم جواز سے) مستثنیٰ ہیں (یعنی ان پر اجرت لینا جائز ہے)

باقی قرآن خوانی تہلیل خوانی وغیرہ کے متروک ہونے سے دین میں کوئی خلل نہیں آئے گا اس لئے یہ قاعدہ عدم جواز سے مستثنیٰ نہ ہوں گے۔

جواز کے سلسلہ میں علامہ صابونی فرماتے ہیں کہ چونکہ خلفاء راشدین اور بعد کے زمانہ میں ایسی خدمات انجام دینے والوں کے لئے حکومت کی طرف سے وظائف مقرر تھے لہٰذا وہ بے فکری کے ساتھ تنخواہ لئے بغیر ہی خدمات سرانجام دیتے تھے لیکن بعد کے زمانہ میں سرکاری وظیفہ کا سلسلہ بند ہو گیا، اب ضرورۃ اس کی اجازت دی گئی ہے اور درحقیقت یہ طاعات کا معاوضہ نہیں ہے بلکہ اپنے وقت

☆شیخین: فقہ میں شیخین سے مراد امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف ہیں (رحمہما اللہ تعالی) ☆

اور اپنے آپ کو پابند بنانے کا ایک معمولی صلہ ہے اب ان کی مکمل تحقیق نقل کی جاتی ہے۔

قال العلامة الصابونی: عرفنا مما تقدم أن أخذ ا الأ جرة على الفرائض و الواجبات و الطاعات، لا يصح لا نها فرائض دينية، فرضها الله على عباده، علما كان الأذان، و الا قامة، و الامامة من الشعائر الدينية الوجبة ، فهل يصح أخذ الأجرة عليها؟

اختلف الفقهاء فی ذلک ، كما اختلفو ا فی أخذ الأجرة على تلاوة القر آن و تعليمه.

مذهب أبی حنيفة و أحمد:

أ نه لا تصح الا جارة على شی ءمن الطاغات، كاستئجار من يقرأ القر آن ليهدی ثوابه الی ا لميت، أو كمن يؤم الناس فی الصلاة ، أو يعلم القران و الفقه و الحديث، لأن هذه طاعات و عبادات ، ينبغی أن تؤدی لوجه الله تعالیٰ.

و استدلو ا بما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال:

"اقرء و القر آن و لا تأكلو ابه"

(أخر جه أحدو أبويعلی ،قال فی فتح الباری: ۹/ ۱۰۱ واسناده قوی)

أی لا تأخذو ا أجرة تأ كلو نها مع قراء ته، وبماروی عن عثمان بن أبی العاص رضی الله عنه قال: "آخر ما عهد الی رسو ل الله ل صلی الله عليه وسلم أن لا أتخذ مؤ ذنا يا ٔ خذ على الأذان أجرا."

(أخر جه الترمذی رقم: ۲۰۹ ،والنسائی: ۲۰ ،ابن ماجه: ۱/ ۲۳۶)

وقالو ا:ان هذه الطاعات تقع من العامل عن نفسه . فلا يجوز اخذ الاجرة عليها من غيره ، كالصوم و والصلاة،و كل عبادة يحرم اخذ الاجرة عليها، كالا ذان و الا مامة وقراء ة القر آن ، لا نه يو ديها قر بة صلی الله عليه وسلم؟فهی له ، ينال اجرها من الله ، لقوله سبحانه: ﴿وأن ليس للانسن الا ماسعیٰ﴾

و كذلک تعليم القر آن واجب دينی ، فلا يصح اخذ الاجرة عليه، كما لا يجوز اخذ الاجرة على تعليم الفقه، و الحديث، و سائر العلوم الشرعية، لا نها واجبات دينية.

وهذه نظرة مثالية رائعة، تسمو بقدسية العلم الی آفاق سامية، وتجعل نشره و تعليمه فريضة على المسلم، عليه ان يو ديها، كما يو دی الصوم والصلاة ، وقد قال صلی الله

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف وامام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

عليه وسلم: "من سئل عن علم فكتمه الجم يوم القيامة بلجام من نار."

(اخرجه الترمذى رقم: ٢٦٥١. دائود رقم: ٣٦٥٨)

فهل هناك نظرة اعلى واسمى، من هذه النظرة الكريمة، الى قداسة العلم ومكانته؟ ولكن هل تتحقق مثل هذه النظرة من هذا العصر المادى؟

لقد افتى المتاخرون من فقهاء المذهب، بجواز اخذ الاجرة على تعليم القرآن و الفقه والحديث، لئلا تضيع العلوم الشرعية، ويذهب العلم واهله، بعد ان انقطعت العطايا والهدايا من بيت مال المسلمين للعلماء، بانهدام الخلافة الاسلامية، وضياع بيت مال المسلمين!

قال في كتاب الاختيار: ولا تجوز الاجارة على الطاعات، كالحج، والاذان، والامامة، وتعليم القرآن والفقه، وبعض اصحابنا المتاخرين قال يجوز على التعليم، والامامة في زماننا، وعليه الفتوىٰ لحاجة الناس اليه، وظهور التوانى في الامور الدينية في الامور الدينية، وكسل الناس في الاحتساب، فلو امتنع الجواز، يضيع حفظ القرآن.

(الاختيار لتعليل المختار: ٦٠/٢)

وقال في المغني: وما كان من القرب. اى العبادات. كالامامة، والاذان، وتعليم القرآن، فلا يجوز اخذ الاجرة عليه، وبه قال ابو حنيفه... وكره الزهرى تعليم القرآن باجر، وقال ابن شقيق: هذه الرغف التي يا خذها المعلمون من السحت، اى الحرام.

وعن احمد رواية اخرى: يجوز ذلك، وروى عنه انه قال: التعليم احب الى من ان يتوكل لهولاء السلاطين، ومن ان يستدين ويتجر، لعله لا يقدر على الوفاء، فيلقى الله بامانات الناس، التعليم احب الى!!

وهذا يدل على ان منعه كان للكراهة لا للتحريم، وممن اجاز ذلك مالك، والشافعي، لان رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج رجلا بما معه من القرآن، واذا جاز تعليم القرآن في باب النكاح، وقام مقام المهر، جاز اخذ الأجرة عليه في الاجازة. ووجه الرواية الاولى "التحريم" ماورد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: "اقرء والاقرآن، ولا تغلوا فيه، ولا تجفو عنه، تاكلو ابه، ولا تستكثروا به."

☆طرفین: فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)☆

(والحديث اخرجه احمد فى المسند: ۲۶۸/۳)

لان هذا قربة الى الله ، فلم يجز اخذ الاجر عليه ، فاما اخذ الاجرة على الرقيقة،فان احمد اختار جوازه وقال: لا باس به،للحديث الصحيح الوارد فيه. لان الرقية نوع مداوة. (المغنى لابن قدامه الحنبلى: ۱۳۶/۱۷)

مذهب المالكلية و الشافعية:

وذهب المالكية و الشافعية الى جواز اخذ الاجرة على تعليم القرآن و العلم، لانه استئجار لعمل معلوم، باجر معلوم ، وكما يجوز اخذ الاجرة . على تعليم القرآن، يجوز اخذها على الحج، و الاذان، لانها مقابل الالتزام بما كلف به،واستدلو ابما رواه البخارى عن ابن عباس رضى الله عنهما"ان نفرا من اصحاب البنى صلى الله عليه وسلم مروا بماء فيه لديغ، فعرض لهم رجل من اهل الماء ، فقال :هل فيكم من راق؟فان عندنا رجلا لديغا، فانطلق رجل منهم ،فقرا بفاتحة الكتاب على شياه، . فشفى الرجل. فجاء بالشياه الى اصحابه ، فكر هوا ذلک وقالوا: اخذت على كتاب الله اجرا!!!

حتى قدمو المدينة فقالوا: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ اخذ على كتاب الله اجراً!!! فقال صلى الله عليه وسلم:"ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله."

(اخرجه البخارى فى كتاب الاجارة و الطب: ۱۹۹/۹۰)

فدل الحديث على جواز اخذ الاجر، على قراة القرآن الكريم،ويقاس عليه سائر العلوم الدينية.

قال ابن حزم: و الاجارة على تعليم القرآن ، وعلى تعليم العلم، مشاهرة وجملة، كل ذلک جائز، كما تجوز على الرقى، اى القراء ة على المريض،وعلى نسخ ان مصاحف ، ونسخ كتب العلم، لانه يات فى النهى عن ذلک نص بل قد جات الا باحة،والله اعلم.

☆ اليقين لا يزول بالشک ☆(فقہی ضابطہ)

اقول:ان الفتویٰ قد استقرت علی جواز اخذ مرتب علی تعلیم القرآن ، الفقه، والعلوم الدینية، وعلی الاذان ، والامامة، والخطابة، من المتاخرین من الفقاء وهذا الذی یتفق مع عصر نا الذی طغت فبه المادة، وقل فیه من تعلم الناس العلم لوجه الله، ولا بد من تامین حاجات المعلمین، والا ئمة والخطباء ، والمال الذی یا خذونه لیس علی الاذان والامامة انما هو مقابل الجهد الذی یبذلونه، والتفرغ لهذا العمل الجلیل، والا نقطاع له،حتی یودی المعلم واجبه فی خدمة الدین والمسلمین.

(فقه المعاملات)

وعظ کہنے پر اجرت لینے کا حکم:

وعظ کہنے پر اجرت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ اجرت علی الطاعات میں داخل ہے اس لیے جائز نہیں لیکن بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے، چنانچہ دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے علماء فرماتے ہیں:

''اگر وعظ کہنے کی نوکری اختیار کر لی جائے امامت کی طرح تو اجرت لینا جائز ہے اور اگر (مستقل) نوکری نہیں کی، بلکہ عین وقت پر اجرت لینے کی شرط طے کرے، (یعنی کسی کو وقتی طور پر وعظ کے لئے بلایا جائے اور وہ اجرت دینے کی شرط رکھے) تو یہ صورت جائز نہیں جیسے کوئی مستقل امام نہ ہو بلکہ نماز کا وقت ہو گیا اور وہ مسجد میں موجود ہے اس کو نماز کے لئے کہا گیا تو عین وقت پر امامت پر اجرت مانگنے لگے، یہ بھی جائز نہیں۔''

نیز اگر کسی کو وعظ کہنے کے لیے ملازم رکھا گیا ہے یا کسی نے اپنی کو اسی کام کے لئے فارغ کر رکھا ہے کہ کوئی کہیں بھی وعظ کہلوانے کے لئے لے جا سکتا ہے تو اس صورت میں وعظ پر اجرت لینا جائز ہے اگر کسی خاص موقع پر کسی عالم سے وعظ کہنے کی درخواست کی جائے تو وعظ پر اجرت لینا جائز نہیں۔

ریڈیو پر تلاوت کرنے اور تفسیر بیان کرنے کی اجرت:

سوال: ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت اور تفسیر بیان کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: محض تلاوت دو وجہ سے نا جائز ہے:

☆یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا☆ (فقہی ضابطہ)

۱۔ عموماً تلاوت کرنے والا اجرت لیتا ہے اور تلاوت محضہ پر اجرت لینا حرام ہے۔

۲۔ اسی مجلس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے جس میں قرآن کریم کی توہین ہے، لہٰذا اس کا سننا بھی جائز نہیں۔البتہ تفسیر بیان کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔

جانور چرانے کی اجرت میں نصف جانور دینا:

زید نے بکر کو ایک گائے نصف بٹائی پر دی کہ اس کو کھلاتے رہو جب یہ بچہ دے گی تو بچہ آپ کا اور گائے میری ہوگی، اس کو نصف بٹائی کہا جاتا ہے، اسی طرح کی اور بہت سی صورتیں مختلف علاقوں میں رائج ہیں جس میں اجرت مجہول ہوتی ہے اور مدت بھی اکثر مجہول ہوتی ہے حالانکہ صحت اجارہ کے لئے دونوں کا معلوم ہونا ضروری ہے، اس لئے یہ اجارہ فاسد ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''یہ اجارہ فاسد ہے، اس لئے کہ اس میں اجرت اور مدت دونوں مجہول ہیں، چرانے والے کو اجر مثل ملے گا اور بچہ گائے کے مالک کا ہوگا۔''

قال فی التنویر و شرحہ : فکل ما افسد البیع مما مریفسدھا کجھالۃ ما جور واجرۃ او مدۃ او عمل و کشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار الخ .(رد المختار :۵/ ۲۳)

و قال العلامۃ المرغینانی رحمہ اللہ :بخلاف دفع الغنم والدجاج ودود القز معاملۃ بنصف الزوائد لانہ لا اثر ھناک للعمل فی تحصیلھا فلم یتحقق الشرکۃ.

(ھدایۃ: ۴/ ۳۲۵)

قال فی الھندیۃ: ولا تجوز اجارۃ الشجر علی أن الثمر للمستاجر وکذالک لو استاجر بقرۃ أو شاۃ لیکون اللبن أو الولد لہ کذا فی محیط السرخسی.

(عالمگیریۃ: ۴/۴۴۳)(أحسن الفتاویٰ:۷/ ۳۰۹)

''کتب الی بعض الاصحاب من فتاویٰ ابن تیمیہ کتاب الاختیار ان ما نصہ لو دفع دابتہ أو نخلہ الی من یقوم لہ ولہ جزء من نمائہ صح وھو روایۃ عن احمد.''

پس حنفیہ کے قواعد پر تو یہ عقد نا جائز ہے، کما نقل عن العالمگیریۃ، لیکن بناء بر نقل بعض اصحاب امام احمد

رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں جواز کی گنجائش ہے، پس تحرز (اجتناب) احوط ہے اور جہاں ابتلا، شدید ہوتو توسع کیا جاسکتا ہے۔

دلال کی اجرت جائز ہے:

خرید وفروخت و دیگر معاملات جن کو آدمی ناواقف ہونے کی بناء یا فرصت نہ ہونے کی بناء پر خود انجام نہیں دے پاتا اب جو شخص دلال (ایجنٹ) بن کر یہ کام انجام دے رہا ہو، شرعاً اس کے لئے اجرت لینا حلال ہے یا نہیں، اس بارے میں مفتی اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اجرت دلال کے بارے میں فقہا، حنفیہ رحمہم اللہ کی عبارات مختلف ہیں، مگر لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو مدنظر رکھتے ہوئے جواز کا قول مختار اور مفتیٰ بہ ہے۔ البتہ بوقت عقد تعیین اجرت ضروری ہے۔

قال في التتار خانية: وفي الدلال والسمسار يجب اجر المثل وما تواضعوا عليه ان في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم، وفي الحاوی سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجو انه لا باس به وان كان في الاصل فاسداً لكثرة التعامل و كثير من هذا غير جائز فجوزوه لحاجة الناس اليه كدخول الحمام.

(رد المختار: ۴۴/۵)

کمیشن پر چندہ کرنے کا حکم:

بعض اہل مدارس چندہ کے لئے سفراء مقرر کرتے ہیں، اور یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ حاصل شدہ چندہ کا تہائی یا چوتھائی حصہ بطور اجرت دیا جائے گا شرعاً یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ ”حنفیہ کے اصول پر یہ اجارۂ فاسد ہے دوسرے مذاہب کی تحقیق نہیں“۔

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ دو وجہ سے جائز نہیں:

۱۔ اجرت من العمل ہے لہٰذا قفیز الطحان کے حکم میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

۲۔ اجیر اس عمل پر بنفسہ قادر نہیں، بلکہ قادر بقدر الغیر ہے، اس کا عمل چندہ دینے والوں کے عمل پر موقوف ہے اور قادر بقدر الغیر بحکم عاجز ہوتا ہے جبکہ صحت اجرۃ کے لئے قدرت بنفسہ شرط ہے۔ چنانچہ قفیز الطحان کے فساد کی علت بھی یہی ہے کہ مستاجر قادر علی الاجرۃ

بقدرۃ علی تسلیم الاجرۃ ہونا صحت عقد کے لئے شرط ہے۔

البتہ اس معاملہ کو صحیح بنانے کی یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ اجرت من العمل کا ذکر بطور شرط نہ ہو بلکہ صرف تعیین وتحدید کے لئے ہو یہ مسدنہیں، یعنی قفیز الطحان میں اگر یہ شرط نہ ہو کہ اسی طحسین (پسے ہوئے آٹا) سے دیا جائے گا تو جائز ہے۔

کرایہ پر لی ہوئی چیز دوسرے کو کرایہ پر دینے کا حکم:

زید نے مثلاً: ایک زمین آدھی پیداوار کے عوض کرایہ پر لی اب اس کا کچھ حصہ آگے دوسرے کو تہائی پیداوار پر بطور کرایہ کے دیتا ہے یا مال منتقل کرنے کے لئے جہاز میں ایک جگہ کرایہ پر حاصل کی پھر اس کا ایک حصہ دوسرے کو کرایہ پر دیتا ہے، شرعاً اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معاملہ جائز ہے، بشرطیکہ اپنے موجر (یعنی جس سے کرایہ پر لی) کے ساتھ نہ ہو اور اجرتِ اولیٰ سے کم پر ہو اور اگر اجرتِ اولیٰ سے زیادہ کے ساتھ ہو تو زائد رقم حلال نہ ہوگی اس کا تصدق واجب ہوگا۔

اِلا یہ کہ دوسرا عقد پہلے عقد کے خلاف جنس سے ہو، یا یہ کہ کرایہ دار اس میں کوئی مرمت و اصلاح کرے، مثلاً: اگر مکان ہو تو اس کی مرمت،، رنگ وروغن وغیرہ کرے، اگر زمین ہو تو اس کی نالی وغیرہ درست کرے،

وفی الھندیة: واذا استاجر دار و قبضها ثم اجرها فانه یجوزان اجرها بمثل ما استاجر ها او اقل وان اجرها باکثر مما استاجر ها فهی جائزة ایضاالا انه ان کانت الاجرة الثانیة من جنس الاجرة الا ولی فان الزیادة لا تطیب له ویتصدق بها ، وان کانت من خلاف جنسها طابتله الزیادة ولا زاد فی الدار زیادة کما لو وتد فیها وتدا او جنسها طابت ل هاالزیادة ولو زاد فی الدار زیادة کما لو وتد فیها وتداً او حفر فیها بئر او اصلح ابو ابها او شیئا من حوائطها طابت له الزیادة.

(الفتاویٰ الھندیة: ۴/ ۴۲۵، کتاب الاجارة)

قال ابن عابدین رحمه الله: (قوله المستاجر ان یو جر الموجر الخ) ای ما استاجر بمثل الاجرة الا ولی او ما نقص ، فلو باکثر تصدق بالفضل ال فی المسئلتین کما مر اول باب ما یجوز من الاجارة. (رد المختار :۶/ ۹۱ مسائل شتیٰ، مطلب فی اجارة المستاجر) (جاری ھے)